© rasailojaraid.com

اُثولوجیا منسوب بہ ارسطاطالیس

فلسفہ اشراق کی تاریخ کی ایک کڑی

ڈاکٹر نبی بخش قاضی*

۲۷ ستمبر ۱۸۷۷ء جرمنی کے ٹیوبنگن (Tübingen) شہر میں پروفیسر فریڈرخ دیتریصی (فریڈرش ڈیٹریصی Friedrich Dieterici) نے ادیبوں کی ایک مجلس میں ایک عربی کتاب موسوم بہ "اُثولوجیا" پر (جو یونانی فیلسوف ارسطاطالیس (۳۸۴ - ۳۲۲ ق۔م) کی طرف منسوب کی جاتی ہے) تقریر کی جو بعد میں جرمنی کے مشہور رسالہ "مجلہ انجمن المانوی برائے علوم مشرقیہ" Zeitschrift der Deutschen Morgenländischen Gesellschaft کی اکتیسویں جلد (برائے سال ۱۸۷۷ء) میں شائع ہوئی۔[1] چھ سال بعد پروفیسر ڈیٹریصی نے برلن میں کتاب اُثولوجیا عربی زبان میں چھاپی جس کے سرورق پر عربی میں یہ عنوان ہے۔ "کتاب اُثولوجیا ارسطاطالیس و ھو القول علی الربوبیة الطبعة الاولی تصحیح و مقابلة العبد الحقیر الشیخ المعلم فی المدرسة الکلیة البرلینیة فریدرخ دیتریصی۔ طبع فی مدینة برلین المحروسة سنة ۱۸۸۲ المسیحیة۔"

ایک سال بعد پروفیسر ڈیٹریصی نے اس کتاب کا جرمن زبان میں ترجمہ اور حواشی شائع کیے۔[2]

---

* صدر شعبہ فارسی۔ سندھ یونیورسٹی حیدرآباد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذکورہ تقریر میں ڈیٹریسی نے اثولوجیا کی تاریخ بیان کی ہے۔ جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ کس طرح اطالیہ کے راوینا (Ravenna) شہر کے ایک باشندہ فرانسسکو روزیو (Francesco Roseo) کو سولہویں صدی عیسوی میں دمشق میں اس کا ایک عربی مخطوطہ مل گیا۔ جس کا اس نے ایک یہودی حکیم موسوم بہ موسیٰ رو واس (Moses Rovas) سے لاطینی زبان میں ترجمہ کرایا۔ اس ترجمہ کو تصحیح کر کے پطرس نکولاؤس (Petrus Nicolaus) نے شہر روما میں سنہ ۱۵۱۹ء اس کو شائع کیا۔[۵۲] یہ ترجمہ اتنا مقبول عام ہوا کہ ۱۵۷۲ء پیرس میں دوبارہ چھاپا گیا عربی متن جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے سنہ ۱۸۸۲ء میں پروفیسر ڈیٹریسی نے برلین شہر سے شائع کیا۔ ڈیٹریسی کے مقالہ سے چودہ برس قبل (۱۸۶۲) پروفیسر ہانے برگ (Haneberg) نے میونخ شہر میں یا واریا (Bavaria) اکادمی برائے علوم کی رپورٹ میں ارسطاطالیس کی کتاب "اثولوجیا" پر مقالہ لکھا تھا۔ جس میں انہوں نے ٹامس اکاناس (Thomas Aquinas) (۱۲۲۷-۱۲۷۴ء) کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اس کتاب کے لاطینی ترجمہ سے واقف تھے۔ اور ممکن ہے کہ عبرانی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہو۔ اصل یونانی متن موجود نہ تھا۔ ان کا کہنا کہ کتاب "اثولوجیا" جو درحقیقت یونانی فیلسوف فلوطین (Plotinos, Plotin Plotinus) کی کتاب التساعات[۵۳] (Enneads) کے اقتباسات کا عربی ترجمہ ہے اس عربی ترجمہ میں فصل کے لئے عربی لفظ "باب" کے بجائے سریانی لفظ "میمر" (ܡܐܡܪܐ) (معنی:- وعظ نصیحت)[۵۴] کا استعمال کیا ہے۔ "التساعات" کے سریانی زبان میں ترجمہ سے عربی زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

ابن القفطی (۱۱۷۲-۱۲۴۸ء) اپنی کتاب "تاریخ الحکماء"[۵۵] میں افلوطین کی کتاب کے شامی ترجمہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۵۵ فلوطین: ھذا الرجل کان حکیما مقیما ببلاد یونان لہ ذکر وشرح شیئا من کتب أرسطوطالیس وذکرہ المترجمون فی ھذا النوع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی جملۃ الشاجیین کتبہ وخرج شئی من تصانیفہ من الرومی الی السریانی ولا اعلم

أنّ شیئًا منہا اخرج الی العربی واللہ اعلم۔ انتہی

ارسطاطالیس کے متعلق لکھتے ہوئے ابن القفطی کہتے ہیں کہ ارسطاطالیس کی کتاب "سوفسطیقا"

کو ابن ناعمہ[۵] اور ابوبشر متی نے سریانی زبان میں ترجمہ کیا جس کو یحییٰ بن عدی نے عربی میں

منتقل کیا اور جس کی بعد میں الکندی[۶] (م ۸۷۳ء) نے تصحیح کی بوم شارک کا خیال ہے کہ افلوطین

کی التاعات[۷] کو سریانی زبان میں ترجمہ کرنے والے کا نام یوحنا (یا ابن القفطی کا یحییٰ تھا[۸]

کیا برقلس اثولوجیا کا مصنف تھا؟

پروفیسر مانٹگمری واٹ (W. Mountgomry Watt) اپنی کتاب

اسلامی فلسفہ اور کلام میں کہتے ہیں کہ ارسطاطالیس کی اثولوجیا کا مصنف ابرقلس (Proklas) تھا

لیکن اثولوجیا کی عربی متن میں فرفوریوس الصوری[۱۱] کو اس کتاب کا شارح بتایا گیا ہے۔

المیمر اوّل من کتاب ارسطاطالیس الفیلسوف المسمّی بالیونانیۃ اثولوجیا

وھو قول علی الربوبیۃ تفسیر فرفوریوس الصوری ونقلہ الی العربیۃ

عبد المسیح بن عبد اللہ بن ناعمۃ الحمصی واصلحہ لاحمد بن المعتصم باللہ ابو یوسف

یعقوب ابن اسحٰق الکندی رحمہ اللہ[۱۲]

پروفیسر واٹ نے کوئی سند نہیں دی کہ کیوں وہ برقلس کو "اثولوجیا" کا مصنف سمجھتا ہے

راقم کا خیال ہے کہ واٹ نے صرف ابن الندیم (م ۹۹۵ء) اور ابن القفطی کے الفاظ پر اپنا

بیان مبنی کیا ہے۔ ابن القفطی اپنی مذکورہ کتاب میں برقلس دیدوخس الافلاطونی پر لکھتے ہوئے

کہتے ہیں:

ولہ تصانیف کثیرۃ فی الحکمۃ منہا کتاب حدود اوائل الطبیعیات، کتاب

شرح افلاطون أنّ النفس غیر مائتۃ ثلث مقالات کتاب الثاؤلوجیا

وھی الربوبیۃ .... الخ[۱۳]

ابن الندیم کتاب الفہرست[۱۴] میں برقلس پر اس طرح رقم طراز ہیں۔ دیدوخس برقلس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

من اهل الاطرية الافلطونی فی كتاب حدود اوائل الطبيعيات كتاب الثانی عشرة مسئلة التی نقضها يحيیٰ النحوی فی المقالة الاولیٰ من النقض عليه انه كان فی زمان دقلطيانوس القبطی بل علی رأس ثلثمائة من ملكه هذا صحيح كتاب شرح قول فلاطون ان النفس غير مائتة ثلث كتاب اثولوجيا وهی الربوبية ...... الخ

ان دو عبارتوں (ابن الندیم اور ابن القفطی کی) سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن القفطی کا ماخذ ابن الندیم کی کتاب الفہرست ہے۔ روڈولف بائلہ[14] نے دائرۃ المعارف پاؤلی ویسوا[15] میں برقلس پر جو مقالہ لکھا ہے اس میں ایسی کتاب کا ذکر نہیں کیا۔ جس کتاب کا ذکر عرب مصنفوں نے کیا ہے وہ برقلس کی کتاب (Στοιχείωσις θεολογική)[16] جو ابھی تک یونانی زبان میں موجود ہے۔ قریبی زمانے میں (سنہ ۱۹۵۵ء میں) عبدالرحمٰن بدوی نے اثولوجیا منسوب بہ ارسطاطالیس عربی زبان میں شائع کی ہے۔[17] جس کے پڑھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اثولوجیا افلوطین کی کتاب التاسوعات (Emmeades) کے اقتباسات کا ترجمہ ہے۔ مندرجہ ذیل ہم افلوطین کی کتاب التاسوعات کے یونانی متن (اس کا اردو ترجمہ مک کینا کے انگریزی ترجمہ سے) اور اثولوجیا کی عربی عبارت کے کچھ اقتباسات نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اثولوجیا ارسطاطالیس کی کتاب نہیں ہے۔ لیکن افلوطین کی کتاب التاسوعات کے اقتباسات کا ترجمہ ہے۔

التاسوعات کا ترجمہ ص۴۳۳

نفس بھی حسن رکھتا ہے لیکن وہ عقل سے کم خوبصورت ہے۔ کیونکہ یہ (نفس) اس کا عکس ہے۔ اسی وجہ سے اگرچہ وہ ثبیت میں خوبصورت ہے۔ اس کا حسن اصل پہ ہمیشہ نظر رکھنے سے بڑھتا ہے۔ پھر جب "عقل کل" یا زیادہ عام فہم لفظ استعمال

اثولوجیا ص۱۲۰

اثولوجیا کی متشابہ عبارت

وهو الذی أنار من الضياء حسناً ونوراً ثم صارت النفس حسنة، غير ان العقل أحسن منها، لان النفس انما هی صنم، الا انها اذا القت بصرها علی العالم العقلی ازدادت حسناً۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کریں یعنی "زھرہ" خود اپنی حیثیت سے
اتنا خوبصورت ہے کہ (ہم نہیں جانتے کہ)
دوسرے کو کس نام سے پکاریں۔ اگر نفس خود
اتنا دلاویز ہے تو پہلا (یعنی عقل) کس صفت
کا مالک ہوگا۔ اور اگر اس کا (نفس کا) وجود
دوسرے سے ماخوذ ہے تو وہ طاقت جس سے
نفس حسن مضاعف۔

التاعات ص ۳۲۳

(یعنی اپنا اور ماخوذ) لیتا ہے کس پایہ
کی ہو گی؟

ہم خود خوبصورت ہوتے ہیں جب
ہم اپنے وجود کے ساتھ بچے رہتے ہیں۔ اگر
دوسرے نظام کے (وجود کے علاوہ کی) طرف
جھک گئے تو قبیح ہو جائیں گے۔ اس کا مطلب
ہے کہ ہماری خود شناسی (معرفت نفس)
ہمارا حسن ہے۔ خود کو نہ پہچاننے کی وجہ سے
قبیح ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح حسن ربانی ہے
اور صرف وہیں سے آتا ہے۔ کیا یہ خیالات
عالم عقلی کے سمجھنے کے لئے کافی نہیں ہیں یا ہمیں
دوسرے راستہ سے (سمجھانے کی) دوسری
کوشش کرنی چاہیئے؟

التاعات کا ترجمہ ص ۳۲۲-۳۲۳

اشیاء کی طبیعت میں جو ضروریات

ونحن مثبتون قولنا وقائلون ان
نفس العالم السماوی حسنة فأفضت
حسنها على الزهرة، والزهرة
تفيض حسنها على هذا العالم الحسی
والا فمن أين هذا الحسن؟ فانه
لا يمكن ان يكون هذا الحسن من الدم
وسائر الاخلاط كما قلنا فيما
سلف فالنفس دائمة الحسن مادامت
تلقى بصرها على العقل فانها
حينئذ تستفيد منه الحسن فاذا
اجازت ببصرها عنه نقص نورها
وكذلك نحن نكون حساناً تامين
ما دمنا نرى انفسنا ونعرفها
ونبقى على طبيعتها. واذا لم نر
انفسنا ولم نعرفها وانتقلنا
الى طبيعة الحس صرنا قباحاً۔

فقد بان وصح من الحجج التي ذكرنا
حسن العالم العقلي، بقول مستقصى
على قدر قوتنا ومبلغ طاقتنا
والحمد لمستحق الحمد

وانما تأتى الاشياء من العالم
الاعلى الى العالم الاسفل باضطرار
غير انها اضطرارات لا تشبه هذه

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چھپی ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ واقع ہوتا ہے وہ عالم بالا سے آتا ہے۔ یہ اجزاء کے باہمی رشتہ کا مسئلہ ہے اور اس کے علاوہ یہ سب کچھ ایک وحدانیت کے وجود کا نتیجہ ہے۔ ثانیاً فرد کا خود اس میں بڑا بہرہ یا حصہ ہے۔ ثالثاً ہر مظہر اگرچہ خود اچھا ہے لیکن آخری امتزاج میں دوسری صفت اپناتا ہے۔

رابعاً کائنات کی زندگی فرد کی طرف نہ بلکہ "کل" کی طرف نظر رکھتی ہے۔

آخر میں "مادہ" ہے جو نیچے ہے جس کو ایک چیز دی جائے تو وہ اس کو دوسری چیز کر کے لیتا ہے اور جو کچھ لیتا ہے اس سے پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

التاعات ص ۳۲۲-۳۲۳

جہاں تک جادو کا تعلق ہے ان کا اثر کیسے سمجھایا جا سکتا ہے (ہم اس کو اس طرح سمجھا سکتے ہیں کہ) وہ ایک مسلط باہمی جذبہ ہے اور یہ کہ فطرت کی یہ حقیقت ہے کہ ایک جیسی طاقتوں کی موافقت ہوتی ہے اور اختلاف والی طاقتوں میں مخالفت ہوتی ہے اور متعدد طاقتوں کا (کائنات میں) اختلاف ہے وہ متعدد طاقتیں جو آخر میں جا کے ایک واحد زندہ کائنات میں

الاضطرارات السفلية البهيمية بل هي اضطرارات نفسانية وانما يحس هذا العالم بتلك الاضطرارات كما يحس بعض اجزاء الحيوان بأنها ببعض والاشياء العارضة للجزء من الجزء والاجزاء انما هي تبع لحياة واحدة - والاشياء الواقعة من العالم الا على على هذا العالم انما هي شئ واحد يتكثر ها هنا - وكل آت ياتي من تلك الاجرام فهو خير لا شر - وانما يكون شراً اذا اختلط بهذه الاشياء الارضية وانما كان الآتي من العلوّ خيراً لانه انما كان لا من أجل حياة الجزء لكن من أجل حياة الكل وربما نالت الطبيعة للشئ الارضي من العلوّ اثرا وتنفعل انفعالا ما آخر إلا أنها لا تقوى على لزوم ذلك الاثر الذي نالته من العلو-

واما الاعمال الكائنة من الرُّقى ومن السحر فتكون على جهتين - اما بالملائمة واما بالتضاد والاختلاف واما بكثرة القوى واختلافها غير انها وان اختلفت فانها متممة

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملتی ہیں۔

التساعات ص ۳۷۳ - ۳۷۴

لیکن عقل کس طرح اور کیا دیکھتی ہے؟ اور خصوصاً وہ اس (چیستر) سے جو (آئندہ) اس کی نظر کا آماجگاہ بنے گا۔ کس طرح پیدا ہوئی ہے؟ عقل ان چیزوں کے وجود کو تو مانتی ہے لیکن ابھی تک وہ اس مسئلہ میں الجھی ہوئی ہے جو قدیم ترین فیلسوفوں کے درمیان بکثرت زیر بحث آچکی ہے۔ اس وحدانیت سے جس کو ہم نے واحد مانا ہے کوئی بھی چیز کس طرح مادی وجود یا کثرت یا "دوئی" یا عدد میں آسکتی ہے؟ اصل بحث کیوں نہیں اپنی ذات میں ہی "مجموع" رہا تاکہ وجود میں ہم جو کچھ کثرت دیکھتے ہیں وہ موجود نہ ہوتی۔ وہ کثرت جو ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم اس کے وجود کو وحدانیت محض سے ماخوذ سمجھیں؟ اس کے جواب دینے کی جرأت کرنے سے پہلے ہم خود ذات باری سے مدد مانگتے ہیں۔ بلند الفاظ سے نہ بلکہ اس دعا کے طریقے سے جو ہمیشہ ہماری طاقت میں ہے، اپنی روح کو کمال شوق سے ان (رب تعالیٰ) کی طرف متوجہ کرتے ہوئے (جیسے کہ یکتا کی یکتائی کی طرف متوجہ ہو جائے۔ لیکن

للحق الواحد۔

اثولوجیا ص ۱۱۳ - ۱۱۴

فنرید ان نفحص عن العقل، وکیف هو، وکیف ابتدع، وکیف ابدعه المبدع وصیره مبصراً دائماً هذا الاشیاء واشباهها مما تضطر النفس ان تعلمها ولا یفوتها منها شئ، وتشتاق ایضاً الی ان تعلم الشی الذی قد اکثرت فیه الحکماء الاولون القول واضطربوا فیه وکیف صار الواحد المحض الذی لا کثرة فیه بنوع من الانواع علة ابداع الاشیاء من غیر ان یخرج من وحدانیة ولا ینکثر، بل اشتدت وحدانیة عند ابداعه الکثرة لو اضفنا الاشیاء کلها الی شئ واحد لا کثرة فیه ولو قلنا ذلك نحن مطلقون هذه المسألة ومثبتوها غیر انا منتهی فنتضرع الی الله تعالی ونسأله العون والتوفیق لا بصیاح ذلك، ولا نسأله بالقول فقط ولا نرفع الیه ایدینا الداثرة

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب ہم اندرونی مقام مقدس میں اس وجود کبریا کے لقا کو ڈھونڈتے ہیں جو اپنی ذات اور طمانیت میں اور سب سے اعلیٰ ہے، تو ہم ان تصورات سے یہ کام شروع کرتے ہیں جو باہر کی سرحدوں پر واقع ہیں یا اگر بالکل ٹھیک طرح سے کہا جائے تو ہم یہ کہیں گے کہ ہم اس وقت اس پہلے تصوّر یا عکس سے شروع کریں گے جو ہمارے سامنے ظاہر ہوگا۔ عقل عادی کس طرح وجود میں آتی ہے اس کا سمجھانا لازمی ہے۔

جو چیز متحرّک ہے وہ لازماً کسی "مقصود یا مقصد" کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اب کیونکہ ذات کبریا کے لئے کوئی ایسی چیز نہیں ہے (جس کی طرف وہ متحرک ہو) ہم ذات کبریا کی طرف تحرک منسوب نہیں کرسکتے اب جو کچھ وجود میں آتا ہے وہ ہمیشہ منشاء الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔

جب ہم ابدی وجود کے متعلق بات کرتے ہیں اور جب (موجودات کی) پیدائش کی طرف اشارہ ہے تو ہم "پیدائش درزماں" کہنے کی جرأت نہیں کرسکتے۔ اس لحاظ سے ہم صرف "علت (وجود) اور وجود کے الفاظ استعمال کرسکتے ہیں۔

فقط لکنا نبتهل الیه بعقولنا ونبسط انفسنا ونمدّها الیه ونتضرع الیه ونطلبه طلب مُلحًا ولا نملّ فاننا اذا فعلنا ذالك أُنار عقولنا بنوره الساطع ونفی عنا الجهالة التی تعلقت بنا فی هذه الابدان وقوّانا علی ما سألناه من المعونة علی ذلك فبهذا النوع فقط نقوی علی اطلاق هذه المسئلة ونتنهی الی الواحد الخیر الفاضل وحده مفیض الخیرات والفضائل علی من طلبها حقاً

ونحن مبتدئون وقائلون: من اراد ان یعلم کیف ابدع الواحد الحق الاشیاء الکثیرة فلیلق بصره علی الواحد الحق فقط ولیخلف الاشیاء کلها خارجاً منه ولیرجع الی ذاته ولیقف هناك فانه یری بعقله الواحد الحق ساکناً واقفاً عالیاً علی الاشیاء کلها العقلیة منها والحسیة، ویری سائر الاشیاء کانها اصنام منبثة ومائلة الیه۔ فبهذا النوع صارت الاشیاء تتحرك الیه

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذات باری سے وجود میں آنے سے اس (ذات باری) میں تحرک تصور نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس تحرک سے جو چیز وجود میں آئی وہ "اصل دوم" نہیں بلکہ "اصل سوم" ہوگی اور تحرک خود اصل دوم ہوگا۔

اعنی ان یکون لکل متحرک شئ ما یتحرک الیه والا لم یکن متحرکا البتة، وانما یتحرک المتحرک شوقاً الی الشئ الذی کان منه لانه انما یرید نیله والتشبه به فمن اجل ذلک یلقی بصره علیه فیکون ذلک علة حرکة اضطراراً۔ وینبغی لک ان تنفی عن وهمک کل کون بزمان اذا کنت انما ترید ان نعلم کیف ابدعت الآنیات الحقة الدائمة الشریفة من المبدع الاول لانها انما کونت منه بغیر زمان وانما ابدعت ابداعاً وفعلت فعلا، لیس بینها وبین المبدع الفاعل متوسط البتة۔ فکیف یکون کونها بزمان وهی علة الزمان والاکوان الزمانیة ونظامها وشرفها وعلة الزمان لا تکون تحت الزمان بل تکون بنوع اعلی وارفع کنحو الظل من ذی الظل۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ ولی اللہ کی تالیفات پر ایک نظر

غلام مصطفیٰ قاسمی

(۵)

شرح تراجم ابواب صحیح البخاری

اس رسالے کے سن تالیف کے متعلق مصنف علام نے بصراحت تو کچھ نہیں لکھا، لیکن اس طرح فن حدیث میں غور و فکر کرنے کا میلان شاہ صاحب میں حرمین کے علمی سفر کے بعد ہی پایا جاتا ہے، اس لئے عین ممکن ہے کہ ۱۱۴۵ھ میں جب شاہ صاحب حرمین سے دہلی تشریف لاکر درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا تو اس وقت یہ رسالہ بھی زیر تصنیف آیا ہوگا۔ اور یہ تقریباً ۱۱۴۵ھ اور ۱۱۴۶ھ کے درمیان کا زمانہ ہے۔

رسالہ شرح تراجم بظاہر تو چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے لیکن موضوع کے لحاظ سے نہایت اہم تصنیف ہے، کیونکہ صحیح بخاری کے تراجم ابواب کا حل کرنا ایک مشکل امر تصور کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں بڑے بڑے محدثین نے اگرچہ بہت کچھ لکھا ہے مگر شاہ صاحب کے اس مختصر رسالے کے مطالعہ سے مؤلف علام کے علمی تبحر کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔

سہارنپور کے مشہور محدث حافظ مولانا شیخ احمد علی محشی صحیح بخاری اپنے حواشی کے مقدمہ میں تراجم ابواب پر جو تحقیق فرمائی ہے اس میں اگر ایک طرف حافظ الدھر ابن حجر عسقلانی اور ابوالولید باجی کی تحقیق کو اس ضمن میں ذکر فرمایا ہے تو دوسری طرف شیخ اجل قدوۃ المحدثین ولی اللہ بن عبدالرحیم کی اس تالیف شرح تراجم ابواب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صحیح بخاری کی عبارت کو بھی موضوع کی وضاحت میں بطور سند پیش کیا ہے۔

شاہ صاحب نے صحیح بخاری کے جملہ تراجم ابواب کو چند اقسام پر تقسیم فرمایا ہے، ان کی رائے میں امام بخاری کبھی کسی مرفوع حدیث کو جو ان کے مقرر کردہ شرائط پر صحیح نہیں اترتی ہے ترجمہ باب میں لے آتے ہیں اور اس کی تائید میں باب کے اندر ایسی حدیث کو بطور شاہد ذکر فرماتے ہیں جو امام بخاری کے مقرر کردہ شروط پر مروی ہو، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس قسم کی مرفوع حدیث کو ترجمہ میں لاتے ہیں جو اگرچہ ان کے بیان کردہ شرائط کے مطابق نہیں ہوتی لیکن اس حدیث سے بذریعہ دلالۃ النص، اشارۃ النص وغیرہ کے کوئی مسئلہ استنباط کرنا ہوتا ہے اور کبھی کسی مذہب کے قول کو ترجمہ میں ذکر کرتے ہیں اور اس ترجمہ کے ذیل میں دلیل یا شاہد بھی ذکر کیا ہے، لیکن اس مذہب کے ترجیح کے متعلق اپنی طرف سے امام بخاری کوئی قطعی رائے پیش نہیں کرتے، اور ترجمہ میں کبھی ایسے مسئلے کا ذکر ہوتا ہے جس میں احادیث کا اختلاف ہے پھر ان سب احادیث کو ترجمہ کے تحت ذکر فرماتے ہیں تاکہ فقیہ کے لئے کسی رائے پر پہنچنا آسان ہو جائے۔ کبھی یہ صورت ہوتی ہے کہ ادلہ آپس میں متعارض ہوتے ہیں اور امام بخاری کے ہاں اس تعارض کے رفع کرنے کی یہ صورت ہوتی ہے کہ ان کی نظر میں ہر ایک دلیل کا محمل الگ ہے پھر اس کو ترجمہ میں ذکر فرما کر تعارض کے دفع کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اس طرح ان تراجم میں بیسیوں فوائد ہیں۔ جن کا شاہ صاحب نے اس رسالہ میں ذکر فرمایا ہے۔

شاہ صاحب نے اپنی اس مختصر تالیف میں بعض جگہ ائمہ مذاہب کے باہمی اختلاف کو ایسے اجتہادی شان سے مٹانے کی کوشش فرمائی ہے کہ ہمیں اس قسم کی تحقیق بڑے بڑے محدثین اور فقہا کے کلام میں بھی نظر نہیں آتی، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس قسم کی کسی ایک تحقیق کا ذکر کیا جائے۔

صحیح بخاری میں ایک باب اس مسئلے کے بیان میں ہے کہ کیا ران عورت میں داخل ہے یا نہیں ہے؟ شاہ صاحب اس کی تحقیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں مختلف مذاہب [illegible] امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے ہاں ران عورت ہے، اس اتفاق کے بعد پھر یہ دونوں امام [illegible] کے عورت نہ ہونے کے اندر آپس میں مختلف ہیں۔ امام مالکؒ ران کو عورت قرار

© rasailojaraid.com